نصاریٰ اور قرآن

محمد رضی الاسلام ندوی

قرآن کریم نے گزشتہ قوموں میں سے یہود اور نصاریٰ کا تذکرہ بطور خاص کیا ہے یہود کی سرکشیوں، نافرمانیوں، بداعمالیوں اور ان پر ملنے والی سزاؤں کا بیان اس میں بہت تفصیل سے ہے البتہ نصاریٰ کا تذکرہ نسبتہً مختصر ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اہل کتاب ہونے کے باوجود وہ لوگ زیادہ عرصہ تک دین حق پر قائم نہ رہ سکے اور ان میں اعتقادی، اخلاقی اور معاشرتی برائیاں در آئیں۔ اس تذکرہ سے مقصود یہ ہے کہ مسلمان ان غلطیوں سے بچیں جن کا اہل کتاب شکار ہو گئے تھے اور ان کے انجام سے عبرت حاصل کریں۔ اس مقالہ میں قرآن کی روشنی میں نصاریٰ کے حالات سے بحث کی گئی ہے۔ ان کے باطل عقائد اور غلط تصورات بیان کیے گئے ہیں اور ان کے انجام پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی بعثت

الٰہی تعلیمات کو پس پشت ڈال دینے کے نتیجے میں یہود میں بہت سی برائیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ وہ شرک میں مبتلا ہو گئے تھے، دنیا کی لذتوں میں محو ہو کر انھوں نے آخرت کو فراموش کر دیا تھا، وہ مال و دولت کے حریص بن گئے تھے، دنیا پرستی کی وجہ سے نوبت باہم جنگ و جدال اور کشت و خون تک جا پہنچی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے متعدد پیغمبر بھیجے مگر انھوں نے ان کی باتوں پر کان نہیں دھرا انھیں جھٹلایا حتیٰ کہ بعض پیغمبروں کو قتل بھی کر دیا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے ان پر اتمام حجت کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ حضرت عیسیٰؑ نے انھیں توحید اختیار کرنے اور شرک اور مظاہر شرک سے اجتناب کرنے کی دعوت دی۔ توریت کی تصدیق کرتے ہوئے اس کے احکام پر عمل کرنے کی ترغیب دی اور جن چیزوں

کو انھوں نے نام نہاد پارسائی کے مظاہرہ کے لیے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا انھیں حلال کیا۔ قرآن نے ان کی دعوت کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ، إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ۔ (آل عمران: ۵۰-۵۱)	اور میں اس تعلیم وہدایت کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں جو تورات میں سے اس وقت میرے زمانے میں موجود ہے اور اس لیے آیا ہوں کہ تمہارے لیے بعض ان چیزوں کو حلال کردوں جو تم پر حرام کردی گئی ہیں۔ دیکھو میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں۔ لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اللہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ لہٰذا تم اسی کی بندگی اختیار کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔

توحید پر زور دینے کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ نے خاص طور پر ان پہلوؤں پر توجہ دی جن میں یہود راہِ راست سے بھٹک گئے تھے۔ آپ نے مادی رجحان کو دبانے اور روحانیت کو ابھارنے کی کوشش کی۔ یہود کے طبقۂ علماء میں بھی بہت زیادہ بگاڑ آگیا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے ایک طرف عوام کو تاکید کی کہ وہ اپنے علماء کی باتیں تو سنیں مگر ان کی بداعمالیوں کی اقتدار نہ کریں[1] دوسری طرف آپ نے علماء واحبار کی برائیوں پر انھیں سخت الفاظ میں مذمت کی یہی حقیقت قرآن میں ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ[2] (المائدہ: ۷۸)	بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی کیونکہ وہ سرکش ہوگئے تھے اور زیادتیاں کرنے لگے تھے۔

---

[1] دیکھئے عہدنامہ جدید انجیل متی باب ۲۳ ۲-۳

[2] حضرت عیسیٰؑ کی زبانی یہود کی سرزنش اور لعنت کا ذکر عہدنامہ جدید میں بھی ہے مثال کے طور پر دیکھئے انجیل متی باب ۲۳ ۱۴-۳۹ تا ۲۸

یہود کی فطرت اتنی مسخ ہو چکی تھی کہ حضرت عیسیٰؑ کی تنبیہات پر بجائے اپنی اصلاح کرنے اور راہِ راست اختیار کرنے کے الٹے ان کے دشمن بن گئے اور رومی حکمراں کو آپ کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کرنے لگے۔ رومی حکمراں یہود کے مذہبی معاملات میں دخل دینے سے گریز کرتے تھے اور حضرت عیسیٰؑ کی دعوت اس وقت تک ایک دینی اور اخلاقی دعوت تھی۔ سیاست سے اس کا براہِ راست کوئی تعلق نہ تھا، اس لیے انھوں نے حضرت عیسیٰؑ سے کوئی تعرض نہ کیا۔ یہود تاک میں رہتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ سے کوئی چوک ہو تو وہ رومیوں کو آپ کے خلاف بھڑکادیں۔ جب انھیں ایسی کوئی بات نہ ملی تو کذب بیانی اور بہتان تراشی کرکے رومی حکمراں پر دباؤ ڈالا اور انھیں گرفتار کرواکے اپنے زعم میں پھانسی دلوادی[1]۔ اگرچہ قرآن نے صراحت کی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا معاملہ یہود پر مشتبہ بنادیا گیا تھا اور انھیں ان کی دست درازیوں سے بچاکر اپنی حفاظت میں لے لیا تھا:

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (النساء: ۱۵۷)	اور انھوں نے کہا کہ ہم نے مسیح، عیسیٰ بن مریم۔ رسول اللہ کو قتل کردیا ہے۔ حالانکہ فی الواقع انھوں نے نہ اس کو قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ معاملہ ان کے لیے مشتبہ کردیا گیا۔

اوّلین پیروانِ مسیح

اگرچہ یہود کی اکثریت نے حضرت عیسیٰؑ کی دعوت کو رد کردیا تھا اور رومی سلطنت کو ان کے خلاف اکساکر انھیں تختۂ دار تک پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی، مگر ان میں کچھ پاک طینت افراد ایسے بھی تھے۔ اگرچہ ان کی تعداد بہت ہی مختصر تھی۔ جنھوں نے حضرت عیسیٰؑ کی دعوت پر لبیک کہا، ان کی تعلیمات پر ایمان لائے، ان کا ساتھ دیا اور حق کے گواہ بن کر کھڑے ہوئے۔ قرآن نے ایک جگہ اس کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ	جب عیسیٰؑ نے محسوس کیا کہ بنی اسرائیل

---

[1] حضرت عیسیٰؑ کے خلاف یہودی کاہنوں کی سازشوں کی تفصیل کے لیے دیکھئے انجیل متی باب ۲۶ و ۲۷

قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ

(آل عمران: ۵۲) [۱]

کفر و انکار پر آمادہ ہیں تو اس نے کہا "کون اللہ کی راہ میں میرا مددگار ہوتا ہے؟" حواریوں نے جواب دیا ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے۔ آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلم (اللہ کے آگے سر اطاعت جھکا دینے والے) ہیں۔ مالک جو فرمان تو نے نازل کیا ہے۔ ہم نے اسے مان لیا اور رسول کی پیروی قبول کی۔ ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

عہد نامہ جدید کے مختلف صحیفوں میں ان کے لیے "جو ایمان لائے" "ایمان داروں کی جماعت" "شاگردوں" "بھائیوں" اور "مقدسوں" جیسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ [۲]

یہ لوگ خود کو موسوی شریعت کا پیرو سمجھتے تھے اور اسی کا اتباع کرتے تھے۔ ساتھ ہی حضرت عیسیٰؑ پر بھی ایمان لے آئے تھے۔ وہ حضرت عیسیٰؑ کو دوسرے انبیاء کی طرح ایک نبی مانتے تھے۔ ان حضرات کی تبلیغ کے نتیجے میں ابتدائی عہد میں ایسے لوگ خاصی تعداد میں ہو گئے تھے جو حضرت عیسیٰؑ کی لائی ہوئی تعلیمات پر صدق دل سے عمل کرتے تھے۔

پولوس کی تحریفات اور مروّج مسیحیت

یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی حقیقی تعلیمات بہت جلد تحریف کا شکار ہوگئیں۔ آپ کے نام پر آپ کی پیروی کا دم بھرنے والوں نے ایسے ایسے عقائد اور تصورات گھڑ لیے جو آپ کی لائی ہوئی تعلیمات سے سراسر متضاد تھے۔ اس طرح انھوں نے ایک نیا دین بنا ڈالا جو مسیحیت یا عیسائیت کے نام سے موسوم ہوا۔ اس بنیادی تحریف کا اصل محرک ساؤل نامی ایک شخص تھا جو بعد میں پولوس / سینٹ پال کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ اصلاً

---

[۱] حواریوں کے ایمان کا تذکرہ قرآن کے دیگر مقامات پر بھی آیا ہے دیکھئے المائدہ۔ ۱۱۱، الصف: ۱۴

[۲] دیکھئے رسولوں کے اعمال ۲/۴۴، ۴/۳۲، ۹/۲۶، ۱۱/۲۹، ۱۳/۵۲، ۱۵/۱، ۲۳۔ رومیوں کے نام خط ۱۵/۲۵، کلسیوں کے نام خط ۱/۲ وغیرہ۔

یہودیوں کے ایک فرقے فریسین سے تعلق رکھتا تھا اس نے نہ کبھی حضرت عیسیٰؑ کو دیکھا تھا، نہ ان سے کچھ سنا، بلکہ آپ کی زندگی میں اور آپ کے بعد کچھ سالوں تک آپ کی دعوت کا شدید مخالف رہا اور آپ کے پیروؤں کو ستاتا اور ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھاتا رہا[1] ۳۸ء میں جب وہ دمشق میں موجود حضرت عیسیٰؑ کے پیروکاروں کو گرفتار کر کے یروشلم لانے کے لیے جارہا تھا اچانک ایک مکاشفہ کے ذریعہ حضرت عیسیٰؑ کا "مخلص پیرو" بن گیا[2] بعض محققین کا خیال ہے کہ پولوس کی مسیحیت سے عداوت نے اس کو آمادہ کیا کہ وہ بظاہر مسیحیت کا لبادہ اوڑھ کر ایک نئے ہتھیار سے اس کا مقابلہ کرے اور اسے اندر سے کھوکھلا کر دے[3]

بہر حال پولوس نے حضرت عیسیٰؑ کے شاگردوں سے حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات جاننے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ بلکہ ان سے مختلف و متضاد عقائد اور تعلیمات پیش کر کے ان کے برحق اور جو لوگ حضرت مسیحؑ کی صحیح تعلیمات واضح کر رہے تھے ان کے برسر باطل ہونے کا دعویٰ کرنے لگا[4] اس نے خود ساختہ مسیحیت کی تشکیل میں اپنے عہد کے مختلف مذاہب اور مختلف قوموں کے رسوم و رواج سے استفادہ کیا۔ اس نے بعض چیزیں یہودیت کی باقی رکھیں تاکہ یہودی عوام اس سے قریب ہو سکیں اور اس کی بعض چیزیں ساقط کر دیں تاکہ اس کا مذہب یہودیت میں گم نہ ہونے پائے۔ دوسری جانب اس نے یونانی فلسفہ سے بھی اکتساب کیا تاکہ اہلِ یونان کو بھی اپنا پیرو بنا سکے اور بہت سی باتیں بت پرستی پر مبنی رسوم و رواج سے بھی لیں تاکہ اسے بت پرستوں کے درمیان بھی قبول عام حاصل ہو۔ اس طرح اس نے مسیحیت کو ایک عالمی مذہب کی حیثیت سے پیش کیا۔ حالانکہ حضرت عیسیٰؑ نے صراحت فرمائی تھی کہ وہ صرف بنی اسرائیل کی اصلاح کے لیے مبعوث ہوئے ہیں[5]

---

[1] عہد نامہ جدید کے مختلف رسالوں میں اس کی صراحت موجود ہے مثلاً دیکھئے گلتیوں کے نام خط باب ۱ ۱۳ رسولوں کے اعمال باب ۸ ۳ باب ۹ ۱ باب ۲۶ ۹-۱۱

[2] دیکھئے رسولوں کے اعمال باب ۹ ۳-۹، باب ۲۶ ۱۲-۱۸

[3] احمد شلبی۔ المسیحیۃ، مکتبۃ النہضۃ المصریۃ قاہرہ ۱۹۶۰ء ص: ۷۴

[4] دیکھئے عہد نامہ جدید ططس کے نام خط باب ۱ ۳، تیمتھیس کے نام پہلا خط باب ۱ ۱۱ باب ۶ ۲۰-۲۱۔

[5] دیکھئے انجیل متی باب ۱۵ ۲۴، مسیحیت کو عالمی مذہب بنانے کی بات پولوس کے مختلف رسائل سے ظاہر =

چونکہ پولوس کے خیالات حقیقی مسیحیت سے بالکل میل نہ کھاتے تھے اس لیے حضرت عیسیٰؑ کے سچے پیروکاروں (حواریوں) نے اس کی مخالفت کی اور اس کے خودساختہ عقائد و نظریات اور تعلیمات کا شدت سے انکار کیا[1] لیکن وہ اس انحراف پر قابو نہ پاسکے اور پولوس نے جن گمراہیوں کا دروازہ کھولا تھا اسے بند نہ کیا جا سکا۔ پولوس کی خودساختہ مسیحیت کو خوب فروغ ملا۔ لیکن اس کا اس 'دین' سے دور کا بھی تعلق نہ تھا جس کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ کی بعثت ہوئی تھی۔

نصاریٰ کی گمراہیاں

اس طرح حضرت عیسیٰؑ کی پیروی کا دم بھرنے والوں کی اکثریت بہت جلد اس جادۂ مستقیم سے ہٹ گئی جس کی طرف انھوں نے دعوت دی تھی۔ وہ دینی اعتقادات کے معاملے میں غلو و افراط کا شکار ہو گئے۔ انھوں نے بہت سے خودساختہ نظریات تراش لیے اور حضرت عیسیٰؑ کی حقیقی تعلیمات کو فراموش کر دیا۔ قرآن نے ان کی گمراہیوں پر بہت ایجاز کے ساتھ یوں تبصرہ کیا ہے:

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى	اسی طرح ہم نے ان لوگوں سے بھی پختہ
اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا	عہد لیا تھا جنھوں نے کہا تھا کہ ہم نصاریٰ
مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ	ہیں۔ مگر ان کو بھی جو سبق یاد کرایا گیا تھا اس
(المائدۃ: ۱۴)	کا ایک بڑا حصہ انھوں نے فراموش کر دیا۔

یہود کے بعد نصاریٰ کو بحیثیت ایک امت کے اس لیے برپا کیا گیا تھا کہ وہ عہدِ الٰہی

= ہے مثلاً رومیوں کے نام خط باب ۵: ۱۲، ۱۴-۱۶ باب ۷: ۲۵-۲۹، کرنتھیوں کے نام پہلا خط باب ۱۲: ۱۴ گلتیوں کے نام خط باب ۳: ۲۶-۲۹ وغیرہ۔

[1] اس کا اشارہ پولوس کے مختلف رسائل سے ملتا ہے۔ ان رسائل میں اس نے اپنی مخالفت کرنے والوں کے بارے میں حقارت آمیز اور سخت الفاظ استعمال کیے ہیں اور ان کی بیان کردہ تعلیمات کو خرافات، کلام باطل اور سطحی مباحثات جیسے الفاظ سے تعبیر کیا ہے دیکھیے تیمتھیس کے نام پہلا خط باب ۱: ۳-۷، باب ۶: ۳-۵، تیمتھیس کے نام دوسرا خط باب ۲: ۱۴، فلپیوں کے نام خط باب ۲: ۱۹-۲۱، ططس کے نام خط باب ۱: ۹-۱۱

پر قائم رہیں گے۔ حضرت عیسیٰؑ کی بتائی ہوئی تعلیمات پر عمل کریں گے اور ان گمراہیوں کا شکار نہیں ہوں گے جن میں یہود مبتلا ہو گئے تھے۔ لیکن ہدایت کی شاہراہ گم کر دینے کے بعد، یہود کی طرح وہ بھی ضلالت کی مختلف وادیوں میں بھٹک گئے۔ قرآن نے ان کے باطل اعتقادات اور تصورات پر زبردست تنقید کی ہے اور ان کی اخلاقی و معاشرتی برائیاں واضح کی ہیں۔

ا۔ شرک

حضرت عیسیٰؑ کی صحیح تعلیمات کو فراموش کر دینے کا سب سے سنگین نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ نصاریٰ شرک میں مبتلا ہو گئے۔ انھوں نے خدائے واحد کے ساتھ الوہیت میں اس کی بعض مخلوقات کو بھی شریک کر لیا اور انھیں اللہ کے مساوی درجہ دے دیا پھر اس سلسلہ میں ان کے درمیان شدید اختلافات رونما ہونے لگے اور ان کی بنا پر مختلف فرقے وجود میں آ گئے۔

اُ۔ عقیدۂ تثلیث

اس سلسلہ میں نصاریٰ میں رواج پانے والا ایک مشہور عقیدہ تثلیث کا ہے۔ اس کے مطابق دنیا پر 'تین اقانیم' کی حکمرانی ہے۔ ایک باپ، دوسرے بیٹا اور تیسرے روح القدس تینوں الٰہ ہیں اور کسی کی حیثیت دوسرے سے کم نہیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مسیحیوں کے اندر پہلے الوہیت مسیح کے عقیدہ نے جنم لیا جس کے نتیجے میں وہ وحدانیت سے ثنویت کی طرف مائل ہوئے۔ اس کے بعد الوہیت روح القدس کا عقیدہ شامل ہوا۔ اس طرح ان میں تثلیث وجود میں آئی۔ لیکن حقیقت اس کے برخلاف ہے اور وہ یہ کہ پہلے انھوں نے تثلیث کا عقیدہ بحیثیت مجموعی اختیار کیا۔ اس کے بعد اس کے ارکان تلاش کر کے تین کی تعداد پوری کی۔

قدیم اقوام مثلاً آشوری۔ بابلی۔ ایرانی۔ ہندو۔ چینی اور یونانی تعدد آلہہ کی قائل تھیں۔ سب سے پہلے بابلیوں نے (چار ہزار سال قبل مسیح میں) ثالوث کا نظریہ پیش کیا۔ انھوں نے معبودوں کے کئی گروپ بنا رکھے تھے۔ ہر گروپ تین معبودوں پر مشتمل تھا۔ جبکہ بعض قومیں مثلاً مصری اور اسرائیلی توحید پر قائم تھیں۔ بعض دوسری اقوام نے بین بین راستہ اپنایا۔ انھوں نے

"ایک میں تین اور تین میں ایک" کا نیا عقیدہ اختیار کیا۔ مثلاً ہندوؤں میں براہما، وشنو اور شیو کا عقیدہ ایسے ہی تصور پر مبنی تھا۔ اسی طرح بطلیموس اوّل کے دور میں اسکندریہ میں سراپوم کا عظیم معبد قائم ہوا تھا۔ اس میں تین معبودوں کی پوجا کی جاتی تھی۔ لوگ انھیں الگ الگ معبود نہیں سمجھتے تھے بلکہ ایک ہی الٰہ کی تین ہیئتیں قرار دیتے تھے۔[۱]

مسیحیت میں تثلیث کا یہ عقیدہ ان ثقافتوں کے ذریعہ آیا جن سے وہ متاثر ہوئی تھی۔ پولوس یونانی فلسفہ سے واقفیت رکھتا تھا۔ اس نے یہ عقیدہ مسیحیت میں داخل کیا۔ اس عقیدہ کو عوام میں مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس لیے کہ وہ ان کے سابقہ عقیدوں سے جن سے وہ مانوس تھے، زیادہ مختلف نہیں تھا۔

تثلیث کا عقیدہ توریت میں پائے جانے والے عقیدۂ توحید سے متعارض تھا۔ اس لیے مسیحیوں کو ان دونوں میں تطبیق و موافقت پیدا کرنے میں بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مثلاً انھوں نے کہا کہ ثالوث کی بات وحدانیت کے منافی نہیں ہے۔ اس لیے کہ باپ، بیٹا اور روح القدس تینوں کا ایک ہی جوہر ہے۔ تینوں الگ الگ ہستیاں نہیں بلکہ واحد ازلی ہستی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ثالوث میں وحدانیت ہے اور وحدانیت میں ثالوث۔ عقیدۂ تثلیث کے لیے انھوں نے یہ اور اس طرح کی دیگر بہت سی دور دراز فلسفیانہ تاویلات کیں مگر وہ کسی طرح عقل سے میل نہیں کھاتیں۔ اسی لیے بہت سے مسیحی مفکرین کو کہنا پڑا کہ یہ مسائل اعتقاد سے تعلق رکھتے ہیں فہم سے نہیں۔[۲]

قرآن کریم نے اس عقیدہ کی سختی سے تردید کی ہے اور اسے کفر قرار دیا ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ	یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنھوں نے
اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ	کہا کہ اللہ تین میں کا ایک ہے۔ حالانکہ
إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ (المائدۃ: ۷۳)	ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔

دوسری جگہ ہے:

وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا	اور نہ کہو کہ "تین" ہیں۔ باز آجاؤ۔ یہ تمہارے

---

[۱] المسیحیۃ ص ۷۸-۷۹

[۲] ڈاکٹر احمد شلبی نے اس عقیدہ کی تشریح کے سلسلہ میں چند مسیحی مفکرین کے اقوال نقل کیے ہیں۔ دیکھئے المسیحیۃ ص ۸۱-۸۵

تَکُمۡ، اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (النساء: ۱۷۱) ہی لیے بہتر ہے۔ اللہ توبس ایک ہی خدا ہے۔

ب۔ ابنیت مسیح

مسیحیت کا ایک بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیح خدا کے بیٹے ہیں۔ انھوں نے زمین پر اتر کر اپنی جان کی قربانی پیش کر کے انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کیا ہے۔ یہ عقیدہ مسیحیت میں سب سے پہلے پولوس داخل کیا۔ اس نے لوگوں کو تعلیم دی کہ حضرت عیسیٰؑ نہ صرف مسیح موعود ہیں بلکہ "ابن اللہ" ہیں۔

عہدنامہ جدید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی کثرت سے اپنے لیے "خدا کا بیٹا" اور اللہ تعالیٰ کے لیے "باپ" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ عیسائیوں نے اسے حقیقی معنی میں لے کر حضرت عیسیٰ کو 'خدا کا بیٹا' بنالیا۔ حالانکہ ان اقوال کو لفظی مفہوم میں لینا درست نہ تھا۔ یہ ایک تمثیلی اور کنایاتی انداز بیان تھا۔ بائبل میں متعدد انبیاء اور دیگر لوگوں کو "خداوند خدا کا بیٹا" کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ کا استعمال بائبل میں محض شفقت و محبت اور تقرب خداوندی کے اظہار کے لیے کیا گیا ہے۔

قرآن کریم نے عیسائیوں کے اس عقیدہ کا تذکرہ کیا ہے۔

وَقَالَتِ النَّصَارٰى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ (التوبۃ: ۳۰)	اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔

ساتھ ہی اس نے یہ عقیدہ رکھنے والوں پر شدید تنقید کی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بیٹا ہونے کا دعویٰ کرنا بڑی بے ہودہ بات ہے۔ اس لیے کہ اس کی ذات اس سے منزہ ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا	وہ کہتے ہیں کہ رحمان نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔
لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا، تَكَادُ	سخت بے ہودہ بات ہے جو تم لوگ
السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ	گھڑ لائے ہو۔ قریب ہے کہ آسمان پھٹ
وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ	پڑیں۔ زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں۔
هَدًّا، اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا	اس بات پر کہ لوگوں نے رحمان کے لیے

[1] دیکھیے خروج ۴:۲۲، سموئیل دوم ۱۴:۷، تواریخ اول ۱۰:۲۲، زبور ۷:۲، یرمیاہ ۹:۳۱ متی ۹:۵، رومیوں کے نام خط ۱۴:۸۔

وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ○ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ○ (مریم: ۸۸-۹۳)[1]	اولاد ہونے کا دعویٰ کیا۔ رحمان کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ زمین اور آسمانوں کے اندر جو بھی ہیں سب اس کے حضور بندوں کی حیثیت سے پیش ہونے والے ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کے 'خدا کا بیٹا' ہونے کی ایک دلیل عیسائی یہ دیتے ہیں کہ ان کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اگر یہ کوئی دلیل ہے تو اس خصوصیت کا استحقاق حضرت عیسیٰؑ سے بڑھ کر حضرت آدم کو حاصل ہے کیونکہ ان کی پیدائش تو بغیر ماں باپ کے ہوئی تھی:

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (آل عمران: ۵۹)	اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے کہ اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ ہوجا اور وہ ہوگیا۔

ج۔ الوہیت مسیح

حضرت عیسیٰؑ کو "ابن اللہ" قرار دینے کے بعد ایک قدم آگے بڑھ کر انھیں 'الٰہ' بھی بنا لیا گیا۔ یہ بحث اس سے پہلے گزر چکی ہے کہ مسیحیوں نے دیگر ثقافتوں سے تأثر کے نتیجے میں تثلیث کا عقیدہ اختیار کیا۔ پھر اس کے ارکان کی تلاش ہوئی تو حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت انھیں بڑی موزوں نظر آئی۔ چنانچہ انھیں 'اقانیم ثلاثہ' کا دوسرا رکن بنا لیا اور 'الٰہ' قرار دے بیٹھے۔ حضرت عیسیٰؑ کی زندگی میں اور ان کے بعد ایک عرصے تک ایسے لوگ بڑی تعداد میں تھے جو انھیں محض اللہ کا بندہ اور رسول سمجھتے تھے۔ مگر عیسائیت کی تاریخ گواہ ہے کہ ان لوگوں کی زبان بند کرنے اور الوہیت مسیح کو عیسائیت کے بنیادی عقائد کا جز قرار دینے کے لیے طرح طرح کے حربے اپنائے اور انتہائی گھناؤنے مظالم روا رکھے گئے۔ ۳۲۵ء میں شہنشاہ روم قسطنطین نے ایک کونسل بلائی جو نیقیہ کونسل کے نام سے معروف ہے تاکہ مسیح کی

---

[1] اس مضمون کی مزید آیات دیکھئے البقرہ-۱۱۶، النساء: ۱۷۱-۱۷۲، الانعام: ۱۰۰-۱۰۲، یونس: ۶۸، کہف: ۴-۵، مریم-۳۵، المومنون-۹۱ وغیرہ۔

شخصیت کے بارے میں پائے جاتے والے اختلافات کو ختم کیا جاسکے اور کسی ایک نظریہ پر اتفاق کیا جاسکے۔ اس کونسل میں شرکت کرنے والے پادریوں کی تعداد دو ہزار اڑتالیس (۲۰۴۸) تھی۔ اس موقع پر اریوس نامی ایک مصری مسیحی عالم نے ببانگ دہل اعلان کیا کہ اللہ صرف ایک ہے اور حضرت عیسیٰؑ محض انسان تھے۔ اسکندریہ اور روم کے پادریوں نے اس کی مخالفت کی۔ بالآخر حاضرین کے درمیان شدید اختلاف ہوا اور کوئی متفقہ قرارداد نہ منظور کی جاسکی۔ بالآخر شہنشاہ روم نے یہ طے کیا کہ وہ بزور قوت اس قضیہ کا فیصلہ کردے گا۔ اس نے بہت سے توحید پرست سرکردہ عالموں کو جلا وطن کردیا۔ اریوس اور اس کے ساتھ بعض بڑے مسیحی عالم قتل کردئے گئے۔ اس کے بعد تثلیث اور الوہیت مسیح کے قائلین جن کی تعداد محض تین سو اٹھارہ (۳۱۸) تھی، اکٹھا ہوئے اور انھوں نے اپنے موافق قرارداد منظور کرلی جس وقت یہ قرارداد لکھی جارہی تھی اس کی عبارت پر اکثر شرکا نے اعتراض کیا مگر پھر وہ اس خوف سے خاموش ہوگئے کہ کہیں ان کا بھی حشر ویسا ہی نہ ہو جیسا اریوس اور اس کے ساتھیوں کا ہوا اور خاموشی سے انھوں نے اس قرارداد پر دستخط کردئے۔[1]

پھر اس قرارداد کو بزور قوت نافذ کیا گیا۔ اس کے خلاف کوئی عقیدہ رکھنا حرام قرار پایا اور وہ تمام تحریریں نذر آتش کردی گئیں جن میں اس سے مختلف نقطۂ نظر پیش کیا گیا تھا اور جو لوگ توحید کا عقیدہ رکھتے تھے انھیں ان کے عہدوں سے ہٹادیا گیا اور ان پر سخت مظالم ڈھائے گئے۔ اس طرح الوہیتِ مسیح کو "متفقہ طور پر" مسیحی عقائد میں شامل کرلیا گیا۔

قرآن کریم نے الوہیت مسیح کا عقیدہ رکھنے والوں کی تکفیر کرتے ہوئے ایسا کرنے کو شرک قرار دیا ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ	یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنھوں نے کہا کہ
هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ	اللہ مسیح بن مریم ہی ہے۔ حالانکہ مسیح نے
الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا	کہا تھا کہ "اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی
اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ	کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔
يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ	جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرایا۔

---

[1] السید عبدالاحد داؤد۔ الانجیل والصلیب ص: ۲۰-۲۱، محمد ابوزہرۃ۔ محاضرات فی النصرانیہ: ص ۱۲۶ ومابعد۔

عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ	اس پر اللہ نے جنت حرام کردی اور اس کا
وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○	ٹھکانا جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی
(المائدۃ: ۷۲)	مددگار نہیں۔

دوسری جگہ قرآن نے اس عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ آسمان و زمین کی تمام چیزوں پر صرف خدائے واحد کی حکمرانی ہے۔ اس کی قدرت کے آگے مسیح، ان کی ماں اور روئے زمین کے تمام باشندے بے بس ہیں:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ	یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنھوں نے کہا
هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ	کہ مسیح بن مریم ہی خدا ہے۔ اے نبی ان
يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ	سے کہو کہ اگر خدا مسیح بن مریم اور اس کی
اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ	ماں اور تمام زمین والوں کو ہلاک کردینا چاہے
وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا	تو کس کی مجال ہے کہ اس کو اس ارادے
وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	سے باز رکھ سکے؟ اللہ تو زمین اور آسمانوں
وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ	کا اور ان سب چیزوں کا مالک ہے جو زمین
عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○	اور آسمانوں کے درمیان پائی جاتی ہیں۔
(المائدۃ: ۱۷)[1]	جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اس کی قدرت
	ہر چیز پر حاوی ہے۔

د۔ الوہیت روح القدس

روح القدس کی الوہیت کا عقیدہ بہت بعد میں مسیحی عقائد کا جز بنا۔ نیقیہ کونسل (۳۲۵ء) میں صرف الوہیت مسیح کے بارے میں قطعی بات کہی گئی تھی۔ روح القدس کے بارے میں کوئی بھی عقیدہ رکھنے کی آزادی دی گئی تھی۔ اس کے نتیجے میں دو مختلف عقائد وجود میں آئے۔ ایک عقیدے کے مطابق دنیا پر تین قوتوں کی حکمرانی ہے۔ مکونِ اول، عقلِ دوم

---

[1] قرآن نے حضرت عیسیٰؑ کے "اللہ کا بندہ اور رسول" ہونے پر بہت زور دیا ہے۔ دیکھئے النساء: ۱۷۲، المائدہ۔ ۷۵، الزخرف۔ ۵۹۔

(ابن) اور نفس عامہ (روح القدس) اس کے برخلاف بعض پادریوں جن میں سرفہرست مقدونیوس تھا۔ کا عقیدہ یہ تھا کہ روح القدس الٰہ نہیں ہے بلکہ مخلوق ہے۔ اس اختلاف کو حل کرنے کے لیے یا بالفاظ دیگر روح القدس کی الوہیت کا اعلان کرنے کے لیے ۳۸۱ء میں قسطنطنیہ کونسل منعقد ہوئی۔ اس میں ڈیڑھ سو (۱۵۰) پادریوں نے حصہ لیا۔ اس طرح روح القدس کی الوہیت کا اعلان ہو جانے کے بعد اس کی مخالفت حرام قرار پائی۔ جن لوگوں نے اس عقیدہ کی مخالفت کی انھیں تمام عہدوں سے برطرف کر دیا گیا۔ ان پر لعنت بھیجی گئی اور انھیں اذیتیں دی گئیں[1]

قرآن نے اس عقیدہ کو بھی توحید کے منافی قرار دیا ہے اور اس سے اجتناب میں انسانوں کی بھلائی قرار دی ہے۔ کہتا ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَهُوْا	اور نہ کہو کہ "تین ہیں"۔ باز آجاؤ، یہ تمہارے
خَيْرًا لَّكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ	لیے ہی بہتر ہے۔ اللہ تو بس ایک ہی خدا ہے۔
(النساء: ۱۷۱)	

۴۔ الوہیت مریم

عیسائیوں کے بعض فرقے حضرت مریم کو 'خدا کی ماں' کہتے تھے اور انھیں لائق پرستش جانتے تھے۔ ان میں سے مارونی یا مریمی فرقہ یہاں تک بڑھا کہ اس نے باپ، بیٹے اور روح القدس کی جگہ باپ، بیٹے اور بیٹے کی ماں کو مانا۔ عرب میں عیسائیوں کا ایک فرقہ تھا جو مریم کو خدا سمجھ کر پوجتا تھا۔ اسی طرح ان میں بریرانی نامی ایک فرقہ تھا جو مسیح اور مریم دونوں کو خدا سمجھتا تھا[2]

قرآن نے اس عقیدہ کی تردید کی اور بتایا کہ حضرت عیسیٰؑ اور ان کی ماں دونوں انسان تھے۔ انھیں الوہیت میں شریک قرار دینا غلو ہے۔

---

[1] ہشام احمد عبدالحی، حقیقۃ النصرانیۃ، مطبعۃ الفیصل کویت۔ طبع اول ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء ص: ۳۳-۳۴

[2] سید سلیمان ندوی، ارض القرآن۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ طبع چہارم ۱۹۵۶ء، دوم ص: ۱۹۱ بحوالہ ڈریپر معرکہ مذہب و سائنس، انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، ابن حزم، الفصل فی الملل والنحل۔

مَا الْمَسِيْحُ بْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُوْلٌ ، قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ، وَ أُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ، كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ (المائدۃ : ۷۵)	مسیح بن مریم اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول تھا اس سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے ۔ اس کی ماں ایک راست باز عورت تھی اور وہ دونوں کھانا کھاتے تھے ۔

قرآن کے مطابق قیامت میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ سے دریافت فرمائے گا کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا بنا لو ۔ اس موقع پر حضرت عیسیٰؑ سختی سے اس کی تردید فرمائیں گے :

وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ أَنْ أَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ . (المائدۃ - ۱۱۶)	غرض جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰؑ بن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی خدا بنا لو ، تو وہ جواب میں عرض کرے گا کہ سبحان اللہ میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا ۔

۲۔ نسلی احساس برتری

مسیحیوں کا نسلی رشتہ بنی اسرائیل سے ملتا تھا ۔ اصلاً وہ یہودی تھے جو حضرت عیسیٰ کی دعوت پر ایمان لے آئے تھے ۔ چنانچہ قومی اور نسلی غرور اور احساس برتری جو یہود میں بدرجۂ اتم پایا جاتا تھا وہ ان میں بھی موجود تھا ۔ یہود کی طرح وہ بھی دعویٰ کرتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے چہیتے ہیں ۔ اس کی بارگاہ میں انھیں جو تقرب حاصل ہے وہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ۔ قرآن نے ان کے اس دعویٰ کو نقل کر کے پرزور الفاظ میں اس کی تردید کی ہے اور صراحت کی ہے کہ اللہ کی نظر میں اس کے تمام بندے برابر ہیں ۔ اس کی بارگاہ میں اسی کو تقرب حاصل ہوگا جو اس کی مرضی کے مطابق کام کرے گا ۔ لیکن جو اس کی نافرمانی کرے گا اور گناہوں کا ارتکاب کرے گا وہ اس کی سزا سے بچ نہیں سکتا :

قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى نَحْنُ	یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے

اَبۡنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلۡ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمۡ بِذُنُوۡبِكُمۡ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ مِّمَّنۡ خَلَقَ ؕ يَغۡفِرُ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ (المائدة: ۱۸)	بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔ ان سے پوچھو، پھر وہ تمہارے گناہوں پر تمہیں سزا کیوں دیتا ہے؟ درحقیقت تم بھی ویسے ہی انسان ہو جیسے اور انسان خدا نے پیدا کیے ہیں۔ وہ جسے چاہتا ہے معاف کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے۔

۳۔ غلط تصوراتِ دین

اسی نسلی احساس برتری پر مبنی کچھ غلط دینی تصورات یہود کی طرح نصاریٰ نے بھی قائم کر لیے تھے اور ان سے چمٹے ہوئے تھے۔ حالانکہ وہ بالکل بے اصل اور حقیقت کے برخلاف تھے۔ مثلاً وہ کہتے تھے کہ ہدایت یافتہ ہونے کے لیے عیسائیت کو قبول کرنا ضروری ہے۔ جو شخص عیسائیت کے بنیادی عقائد کو نہیں مانتا وہ گمراہ ہے۔ اس کے جواب میں قرآن نے واضح کیا کہ ہدایت درحقیقت ملت ابراہیمی کی پیروی کرنے میں ہے۔ حضرت ابراہیم توحید پر تھے۔ اس لیے جو لوگ شرک میں مبتلا ہیں وہ ان کے پیرو نہیں ہو سکتے۔

وَقَالُوۡا كُوۡنُوۡا هُوۡدًا اَوۡ نَصٰرٰى تَهۡتَدُوۡا ؕ قُلۡ بَلۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهٖمَ حَنِيۡفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ۔ (البقرۃ: ۱۳۵)	یہودی کہتے ہیں یہودی ہو تو راہ راست پاؤ گے، عیسائی کہتے ہیں عیسائی ہو تو ہدایت ملے گی۔ ان سے کہو نہیں بلکہ ابراہیمؑ کی ملت کی پیروی کرو جو اللہ کی طرف یکسو تھا اور مشرکین میں سے نہ تھا۔

یہود کی طرح نصاریٰ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا جدامجد اور پیشوا سمجھتے تھے۔ قرآن نے نصاریٰ کے مذکورہ تصور ہدایت پر بڑے تیکھے انداز میں تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہدایت یافتہ ہونے کے لیے نصرانیت (یا یہودیت) کو قبول کرنا ضروری ہے تو کیا حضرت ابراہیم اور ان کی آل اولاد بھی نصرانی (یا یہودی) تھی؟ یا وہ لوگ ہدایت یافتہ نہیں تھے؟

اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ اِنَّ اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطَ	یا پھر تمہارا کہنا یہ ہے کہ ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور اولاد یعقوب سب

کَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصَارٰی ، قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ (البقرۃ : ۱۴۰)	کے سب یہودی تھے یا نصرانی تھے ؟ کہو تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ ؟

اسی احساس برتری کی بنا پر، حبیب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت پیش کی تو یہود کی طرح نصاریٰ کی اکثریت نے بھی اسے قبول نہ کیا اور بجائے اس کے کہ وہ حق کی پکار پر دیوانہ وار لبیک کہیں انھوں نے اپنے خود ساختہ مذہب کو برتر جانا اور اسی کو قابل اتباع سمجھا۔ قرآن ان کی اس خام خیالی کی تردید کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہدایت یہودیت یا نصرانیت کے اتباع میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلنے میں ہے۔

وَلَنْ تَرْضٰی عَنْكَ الْیَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی (البقرۃ : ۱۲۰)	یہودی اور عیسائی تم سے ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے طریقے پر نہ چلنے لگو۔ صاف کہدو کہ راستہ بس وہی ہے جو اللہ نے بتایا ہے۔

عیسائیوں نے بھی یہودیوں کی طرح اپنے بارے میں یہ تصور قائم کر رکھا تھا کہ وہی ہدایت یافتہ ہیں اس لیے جنت کے صرف وہی مستحق ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگ چونکہ گمراہ ہیں اس لیے جنت میں ان کا داخلہ نہ ہوگا۔ قرآن نے صراحت کی کہ یہ ان کی محض خام خیالی ہے۔ جنت کے مستحق وہ تمام لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کی اطاعت میں زندگی گزاری اور نیک روش اختیار کی:

وَقَالُوْا لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ؕ تِلْكَ اَمَانِیُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۞ بَلٰی ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۞ (البقرۃ : ۱۱۱-۱۱۲)	ان کا کہنا ہے کہ کوئی شخص جنت میں نہ جائے گا جب تک کہ وہ یہودی نہ ہو یا (عیسائیوں کے خیال کے مطابق) عیسائی نہ ہو۔ یہ ان کی تمنائیں ہیں۔ ان سے کہو اپنی دلیل پیش کرو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔ (دراصل نہ تمہاری کچھ خصوصیت ہے نہ کسی اور کی) حق یہ ہے کہ جو بھی اپنی ہستی کو اللہ کی اطاعت میں سونپ دے اور عملاً نیک روش

پر چلے۔ اس کے لیے اس کے رب
کے پاس اس کا اجر ہے اور ایسے لوگوں
کے لیے کسی خوف یا رنج کا کوئی موقع نہیں۔

۴۔ غلو

حضرت عیسیٰؑ کی حقیقی تعلیمات سے ہٹ جانے کے بعد مسیحی جن بے اعتدالیوں کا شکار ہوئے اور جن گمراہیوں میں پڑے ان کا خلاصہ اگر ہم ایک لفظ میں بیان کرنا چاہیں تو وہ ہے "غلو"۔ انھوں نے الوہیت کے معاملہ میں غلو سے کام لیا اور "اقانیم ثلاثہ" کا عقیدہ قائم کرلیا۔ پھر اس صریح غلط اور غیر معقول عقیدہ کو درست بنانے اور اسے سلجھانے کے لیے انھوں نے جتنی دورازکار تاویلات کیں اتنا ہی مزید الجھتے چلے گئے انھوں نے اپنی حیثیت اور مقام و مرتبہ کے بارے میں غلو سے کام لیا اور ہدایت اور جنت کے اجارہ دار بن بیٹھے۔ انھوں نے اپنے علماء اور راہبوں کے مقام و مرتبہ کے سلسلہ میں غلو سے کام لیا اور انھیں خدا بنا لیا۔ قرآن میں ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ	انھوں نے اپنے علماء اور درویشوں
اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ	کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے اور
ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا	اسی طرح مسیح بن مریم کو بھی۔ حالانکہ
اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ	ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی
(التوبہ: ۳۱)	کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔

اس آیت کی تشریح حضرت عدی بن حاتمؓ کی ایک روایت سے ہوتی ہے۔ وہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں انھوں نے عیسائیت اختیار کرلی تھی۔ اسلام قبول کرنے کی غرض سے وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپؐ کی زبان پر یہی آیت مبارکہ تھی۔ اسے سن کر حضرت عدی نے عرض کیا: عیسائی اپنے علماء (راہبوں) کی عبادت تو نہیں کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا ایسا نہیں ہوتا کہ ان کے علماء اگر کسی حلال چیز کو حرام کردیں تو اسے حرام مان لیتے ہیں اور کسی حرام چیز کو حلال کردیں تو اسے حلال سمجھنے لگتے ہیں؟ یہی ان

کی عبادت ہے"۔[۱]

اسی بناپر انھیں دین میں غلو سے کام لینے سے منع کیا گیا اور حق بات کہنے کی تلقین کی گئی :

يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ (النساء : ۱۷۱)	اے اہل کتاب ۔ اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو ۔

۵۔ تحریف کتاب

اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی تعلیمات اور احکام میں تحریف کرنے کے مجرم یہود کی طرح نصاریٰ بھی تھے ۔ انھوں نے اپنے خود ساختہ معتقدات کو ثابت کرنے کے لیے اللہ کی کتاب میں تحریف کی ۔ کچھ تعلیمات اور احکام کو چھپا لیا ۔ کچھ کو نکال باہر کیا اور کچھ کی من مانی تاویلات کریں ۔ مثلاً انجیل کے مخصوص انداز بیان میں اللہ تعالیٰ کے لیے "باپ" کا لفظ استعمال ہوا تھا اور اس سے مراد محض شفقت و محبت کا اظہار تھا ۔ مگر اسے انھوں نے حقیقی معنی میں لے کر حضرت عیسیٰ کو "اللہ کا بیٹا" بنا لیا ۔ ختنہ بطور عہد الٰہی کے نشان کے مشروع ہوا تھا اور اس سلسلہ میں توریت میں صریح ہدایات موجود تھیں ۔ مگر اسے انھوں نے غیر ضروری قرار دے دیا ۔ حضرت عیسیٰؑ نے صریح الفاظ میں اپنے بعد آنے والے ایک نبی کی پیشین گوئی کی تھی مگر اس پیشین گوئی کو انھوں نے دیدہ و دانستہ چھپا لیا[۲] ۔ قرآن کریم نے نصاریٰ کے اس جرم کو طشت ازبام کیا ہے اور ان کو آگاہ کیا ہے کہ آخری نبی کی بعثت سے ان کی بہت سی تحریفات سے پردہ اٹھ گیا ہے :

يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَآءَكُمْ	اے اہل کتاب ۔ ہمارا رسول تمہارے پاس

---

[۱] جامع ترمذی ابواب التفسیر، تفسیر سورۂ توبہ

[۲] انجیل برناباس عیسائیوں کی تحریفات سے بڑی حد تک محفوظ رہی ہے ۔ اس میں صریح الفاظ میں خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی پیشین گوئیاں موجود ہیں ۔ دیکھئے برناباس کی انجیل ۔ اردو ترجمہ آسی ضیائی مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی طبع اول ۱۹۸۲ء صفحات : ۴۲، ۷۷، ۷۹، ۸۱، ۱۱۲، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۷۵ وغیرہ ۴۴۴

رَسُوۡلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمۡ کَثِیۡرًا مِّمَّا	آگیا ہے جو کتاب الٰہی کی بہت سی ان
کُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ مِنَ الۡکِتٰبِ	باتوں کو تمہارے سامنے کھول رہا ہے
وَیَعۡفُوۡا عَنۡ کَثِیۡرٍ	جن پر تم پردہ ڈالا کرتے تھے اور بہت
(المائدۃ: ۱۵)	سی باتوں سے درگزر بھی کر جاتا ہے۔

۶۔ رہبانیت

نصاریٰ دین کے معاملے میں جس "غلو" کا شکار ہوئے اس کا ایک مظہر ان کی رہبانیت بھی ہے۔ ابتدا میں اس کا محرک یہ تھا کہ وہ ہمہ تن متوجہ ہو کر اللہ عزوجل کی عبادت کر سکیں اور اس طرح اس کی رضا و خوشنودی سے بہرہ ور ہو سکیں۔ لیکن اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے انھوں نے جو طریقے اپنائے وہ بڑی ہی بے اعتدالیوں پر مبنی تھے۔ انھوں نے دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے یکسر تعلق منقطع کر لیا اور جنگلوں، بیابانوں، پہاڑوں، جانوروں کے بھٹوں، خشک کنوؤں، پرانی قبروں یا دیگر ویران جگہوں کو اپنا مسکن بنا یا۔ نفس کشی اور جسمانی ایذا رسانی پسندیدہ قرار پائی۔ چنانچہ اس کے لیے انھوں نے سخت سے سخت ریاضتیں کیں۔ مشہور راہبوں کے تذکرہ میں اس قسم کے بہت سے واقعات ملتے ہیں کہ ان میں سے کوئی سالوں تک عبادت میں کھڑا رہتا، نہ بیٹھتا نہ لیٹتا، کوئی ایک ایک ماہ تک فاقہ کرتا۔ کوئی مدتوں خاموش رہتا، کوئی کسی درخت یا چٹان سے اپنے آپ کو باندھ لیتا اور ایک طویل عرصہ اسی حال میں گزار دیتا۔ شاید جسمانی اذیت پسندی ہی کا جذبہ تھا کہ انھوں نے طہارت و نظافت کو ناپسندیدہ اور خدا پرستی کے خلاف سمجھ لیا تھا۔ چنانچہ وہ صفائی ستھرائی سے حتی الامکان پرہیز کرتے اور گندے رہنے کو ترجیح دیتے۔ بعض راہب اور راہبائیں ایسی بھی گزری ہیں جنھوں نے عمر بھر پانی کو ہاتھ نہ لگایا۔

یہی نہیں بلکہ روحانی ترقی اور کمال حاصل کرنے کے لیے تمام رشتوں اور تعلقات سے یکسر کنارہ کشی اختیار کر لینا راہب کے لیے ناگزیر قرار پایا۔ ماں باپ بھائی بہنوں، اولاد اور دوسرے رشتہ داروں کی محبت، رہبانیت کے نقطۂ نظر سے گناہ تھی۔ اللہ کی محبت سے بہرہ ور ہونے کے لیے انسانی محبت کی یہ تمام زنجیریں کاٹ دینی ضروری تھیں۔ مزید برآں انھوں نے ازدواجی رشتہ پر بھی تیشہ چلا دیا۔ ان کے نزدیک روحانی زندگی کی معراج

یہ قرار پائی کہ انسان جنسی تعلق سے قطعی اجتناب کرے۔ وہ مجرّد رہے اور اگر شادی کر چکا ہے تو بیوی سے یکسر تعلق منقطع کرلے۔ اسی طرح عورت کے لیے بھی یہ ضروری سمجھا گیا کہ وہ کنواری رہے اور اگر وہ شادی کر چکی ہے تو شوہر سے الگ ہوجائے۔

رشتوں کی اس پامالی نے قرونِ وسطیٰ میں ایسی دردناک صورت حال پیدا کردی تھی جو بیان سے باہر ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ انسان نے جب بھی فطرت سے بغاوت کی ہے اسے منہ کی کھانی پڑی ہے یہی حال رہبانیت کے علمبرداروں کا بھی ہوا۔ فطرت سے بغاوت کرنے کے نتیجے میں وہ بداخلاقی اور فحاشی کے عمیق گڑھے میں جا گرے۔ بدچلنی عام ہوگئی۔ محرمات تک سے ناجائز تعلقات اور خلافِ وضعِ فطری جرائم سرزد ہونے لگے اور خانقاہیں فحاشی کے اڈے بن گئے۔[1]

دین کے معاملے میں جس انتہا پسندی کا نصاریٰ نے مظاہرہ کیا اور جس قدر غلو میں وہ مبتلا ہوئے اس کا یہ انجام فطری تھا۔ قرآن کریم نے بہت ایجاز اور اعجاز کے ساتھ اس پر یوں تبصرہ کیا ہے:

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا، مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (الحدید: ۲۷)	اور رہبانیت انھوں نے خود ایجاد کرلی ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا۔ مگر اللہ کی خوشنودی کی طلب میں انھوں نے آپ ہی یہ بدعت نکالی اور پھر اس کی پابندی کرنے کا جو حق تھا اسے ادا نہ کیا۔

۷۔ حرام خوری

ایک طرف راہبوں کے فقر و درویشی اور دنیا بےزاری کا یہ حال تھا۔ دوسری طرف ان میں مال و دولت کی حرص اور دنیا پرستی بھی پیدا ہوگئی تھی۔ مسیحی عوام کو یہ باور کرایا گیا کہ

---

[1] رہبانیت کے اسباب، مآخذ اور مظاہر پر مولانا مودودیؒ نے تفصیل سے بحث کی ہے۔ دیکھئے 'یہودیت و نصرانیت'۔ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی طبع اول ۱۹۸۳ء ص: ۴۰۱-۴۱۳

گناہوں کی بخشش خانقاہوں میں نذر و نیاز چڑھانے یا کنیسوں کو بھینٹ دینے سے ہی ہوسکتی ہے۔ اس طرح راہبوں کے پاس مال و دولت کے ڈھیر لگ گئے اور وہ پر تعیش زندگی گذارنے لگے۔ بعض مسیحی علماء اور راہبوں کے بارے میں آتا ہے کہ ان کا رہن سہن بادشاہو کی طرح کا تھا۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے واقعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ راہبوں میں کس حد تک دنیا داری آگئی تھی۔ وہ اصفہان کے رہنے والے ایک مجوسی تھے۔ حق کی تلاش میں شام پہنچے اور وہاں کے گرجے کے بڑے پادری کی خدمت میں حاضر ہوکر عیسائیت قبول کرلی اور اسی کی خدمت میں رہنے لگے۔ اس پادری کے بارے میں وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ عوام کو صدقہ و خیرات کا حکم دیتا اور ثواب کی خوشخبری سناتا۔ جب لوگ اسے مال دیتے تو سب اپنے لیے جمع کرلیتا۔ فقراء و مساکین کو کچھ نہ دیتا۔ اس طرح اس کے پاس خاصی دولت جمع ہوگئی تھی۔ اس کے مرنے کے بعد لوگ اس کی تدفین کے لیے جمع ہوئے تو میں نے ان سے اس کا حال بیان کیا۔ تلاش کرنے پر سونے چاندی سے بھرے سات مٹکے برآمد ہوئے۔"[1]

خانقاہوں اور کنیسوں میں مال و دولت کی یہ ریل پیل ساتویں صدی عیسوی تک اپنے عروج کو پہنچ گئی تھی اور راہب حلال و حرام سے بے پروا ہوکر دنیاداری میں غرق ہوچکے تھے۔ قرآن نے ان کے اس رویہ پر یوں روشنی ڈالی ہے۔

اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ	ان اہل کتاب کے اکثر علماء اور درویشوں
وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ	کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کے مال باطل
النَّاسِ بِالْبَاطِلِ (التوبۃ : ۳۴)	طریقوں سے کھاتے ہیں۔

۸۔ باہمی اختلاف اور تفرقہ

ابتدا میں نصاریٰ کو یہود کی طرف سے شدید مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت عیسیٰؑ یہود (بنی اسرائیل) کی اصلاح کے لیے مبعوث کیے گئے تھے۔ آپ نے انھیں ان کی گمراہیوں اور غلطیوں پر ٹوکا۔ ان کی سرزنش کی اور صحیح تعلیمات سے آگاہ کیا۔ اس پر وہ آپ کے

---

[1] سیرت ابن ہشام المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر ۱۹۳۷ء اول ص ۲۳۵

شکر گزار کیا ہوتے الٹے جان کے دشمن بن گئے اور اپنے گمان میں انھیں تختۂ دار پر چڑھا کر چھوڑا۔ آپ کے متبعین کو وہ "گمراہ بدعتی فرقہ" قرار دیتے تھے اور ان پر ظلم ڈھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ دوسری طرف نصاریٰ بھی یہود کو گمراہ کہتے تھے اور ان کی غلط کاریوں اور برائیوں پر شدید تنقیدیں کرتے رہتے تھے۔ قرآن نے ان کی ان باہمی آویزشوں کا یوں نقشہ کھینچا ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارىٰ	یہودی کہتے ہیں: عیسائیوں کے پاس
عَلىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارىٰ	کچھ نہیں عیسائی کہتے ہیں: یہودیوں کے
لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلىٰ شَيْءٍ وَهُمْ	پاس کچھ نہیں۔ حالانکہ دونوں ہی کتاب
يَتْلُونَ الْكِتَابَ (البقرہ: ۱۱۳)	پڑھتے ہیں۔

معاملہ یہیں تک نہ رکا۔ بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خود نصاریٰ میں بے شمار مذہبی اختلافات پیدا ہو گئے اور وہ مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔ ان میں ایک مختصر گروہ توحید پر قائم رہا جب کہ اکثریت شرک میں مبتلا ہو گئی اور اس نے 'اقانیم ثلاثہ' کا عقیدہ اپنا لیا۔ پھر ان میں شخصیتِ مسیح کے بارے میں اختلافات پیدا ہوئے۔ نسطوریوں کا عقیدہ یہ تھا کہ عیسیٰؑ بن مریم انسان تھے جو محبت کے ذریعہ باپ سے متحد ہو گئے۔ ان کو الٰہ یا ابن اللہ کہنا حقیقی معنوں میں نہیں ہے۔ جب کہ دیگر فرقے حقیقی معنی میں ان کی الوہیت کے قائل تھے۔ پھر جو لوگ ان کی الوہیت کے قائل ہوئے ان میں ان کی طبیعت کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔ ملکانی فرقہ کا کہنا تھا کہ مسیح کی دو طبیعتیں ہیں ایک الٰہی اور دوسری انسانی۔ جب کہ یعقوبی فرقہ ان کی ایک طبیعت کا قائل تھا جس میں لاہوت اور ناسوت دونوں اکٹھا ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ ایک اقنوم ہیں جس میں الٰہی اور انسانی دونوں پہلو جمع ہیں۔ پھر اگر مسیح الٰہ ہیں تو کیا ان کا درجہ باپ کے برابر ہے یا اس سے کم تر۔ اس سلسلہ میں بھی اختلاف ہوا۔ کیتھولک فرقہ کے نزدیک باپ اور بیٹا دونوں کا درجہ الوہیت میں برابر ہے جبکہ آرتھوڈکس فرقہ باپ کو بیٹے سے افضل قرار دیتا ہے۔ روح القدس کے معاملہ میں بھی ان کے درمیان اختلاف ہوا۔ مقدونی فرقہ کے نزدیک وہ الٰہ نہیں بلکہ مخلوق ہے جب کہ دیگر فرقوں نے اس کی الوہیت کا عقیدہ رکھا۔ پھر ان لوگوں کے درمیان بھی اختلاف ہوا۔ بعض کے نزدیک وہ صرف باپ سے صادر ہوا ہے اور بعض کے نزدیک اس کا صدور

باپ اور بیٹے دونوں سے ہوا ہے[۱] اس قسم کے ان کے درمیان بے شمار اختلافات رونما ہوئے جن کی بنا پر وہ بہت سے فرقوں میں بٹ گئے۔ چوتھی صدی عیسوی تک ۸۰۔۹۰ فرقے وجود میں آچکے تھے۔ یہ فرقے ایک دوسرے کے خلاف سخت نفرت رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے درمیان جنگ وجدال اور خوں ریزی تک کی نوبت آجاتی تھی۔

نصاریٰ کا انجام

جب نصاریٰ نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو توڑا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا اور مختلف قسم کی بداعتقادیوں، گمراہیوں اور بداعمالیوں کا شکار ہو گئے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نامقبول ٹھہرے۔ اس نے ان کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کیا جس کے وہ مستحق تھے۔ وہ دنیا میں بھی مردود ہوئے اور آخرت میں بھی انھیں دردناک سزا کی وعید سنائی گئی۔

۱۔ مختلف فرقوں کا باہمی جنگ وجدال

نصاریٰ کو ان کے کیے کی پہلی سزا یہ ملی کہ ان میں بے شمار فرقے پیدا ہو گئے اور ان کے درمیان زبردست فرقہ وارانہ کشمکش برپا ہوئی۔ یہ کشمکش نظریاتی اختلافات سے آگے بڑھ کر باہم بغض ونفرت، جنگ وجدال اور کشت وخون تک جا پہنچی۔ قرآن نے نصاریٰ سے لیے گئے عہد کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی بدعہدی اور اس کے بھیانک انجام پر یوں روشنی ڈالی ہے۔

فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (المائدۃ: ۱۴)	مگر ان کو جو سبق یاد کرایا گیا تھا اس کا ایک بڑا حصہ انھوں نے فراموش کر دیا۔ آخر کار ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے دشمنی اور آپس کے بغض وعناد کا بیج بو دیا۔

---

[۱] دیکھئے المسیحیۃ ص۱۱۵-۱۱۷، ۱۲۵

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عہد الٰہی کو فراموش کر دینے کے نتیجے میں ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض ڈال دیا۔ لفظ 'اغرا' کے معنی ہیں چپکا نا اور چسپاں کرنا[1] یہاں اس کے استعمال میں بڑی بلاغت پائی جاتی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی جانب سے بطور سزا ان کے درمیان باہمی بغض و عداوت اس طرح رچ بس گئی کہ ہزارہا کوششوں کے باوجود اس سے نجات حاصل کرنا ان کے بس میں نہ تھا۔ ان کا یہ انجام اگرچہ خود ان کے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ تھا لیکن چونکہ اس کا سبب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت تھی اس لیے اس نے اسے اپنی طرف منسوب کیا۔

آیت میں " بَيْنَهُمْ " (ان کے درمیان) سے مراد کون لوگ ہیں؟ اس سلسلہ میں اصحاب تفسیر نے دو توجیہیں کی ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے یہود اور نصاریٰ کے درمیان بغض اور عداوت ڈال دی۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اس سے مراد خود نصاریٰ کے مختلف فرقے ہیں۔ راہ حق سے بھٹک جانے کے بعد ان کے درمیان زبردست فرقہ وارانہ کشمکش برپا ہوئی۔[2] مذکورہ آیت کی جو توجیہ بھی قبول کی جائے نصاریٰ کی تاریخ پر حرف بحرف صادق آتی ہے۔

ابتدا میں نصاریٰ کو یہود کی طرف سے زبردست مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ انھوں نے انھیں "گمراہ بدعتی فرقہ" قرار دیا اور رومی حکمرانوں کو ان کے خلاف بھڑکایا۔ پہلی صدی عیسوی میں سرکش حکمراں نیرون (۶۴ء) نے تو مظالم کی انتہا کر دی۔ انھیں بھوکے درندوں کے سامنے ڈال دیا جاتا جو ان کے جسموں کو چیرتے پھاڑتے۔ ان کے جسموں پر تارکول مل دیئے جاتے اور ان میں آگ لگادی جاتی اس طرح ان کے جلتے ہوئے جسم بعض مذہبی تقریبات کے موقع پر مشعل کا کام دیتے۔ دوسری اور تیسری صدیوں میں بھی ظلم و ستم کا بازار گرم رہا۔ چوتھی صدی میں اس وقت حالات کچھ بدلے جب شہنشاہ قسطنطین نے

---

[1] راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن۔ المطبعۃ المیمنیۃ مصر، ص: ۳۶۶ مادہ 'غری' نیز تفسیر کبیر، امام رازی المطبعۃ العامرہ مصر ۳/ ۳۹۴۔ [2] تفسیر کبیر: ۳/ ۳۹۴، تفسیر طبری دار المعارف مصر ۶/ ۹۱-۹۲۔ امام طبری نے اگرچہ دونوں توجیہیں نقل کی ہیں لیکن ترجیح موخر الذکر توجیہ کو دی ہے۔

عام معافی کا اعلان کیا[1] اس کے بعد جب نصاریٰ کو طاقت حاصل ہوئی اور ان کا پلڑا بھاری ہوا تو ٹھیک اسی انداز سے انھوں نے بھی اپنے دشمنوں سے بدلہ لیا۔ اس وقت وہ یہ بھول گئے کہ ان کے پیغمبر نے انھیں نرمی، محبت اور عفو و درگزر کی تعلیم دی تھی۔ چنانچہ مذہب کے نام پر انقلابی جمعیتیں قائم کی گئیں جن کا کام ملحدین کو اذیتیں دینا اور ان کا صفایا کرنا تھا۔

نصاریٰ کے یہ مظالم دوسرے مذاہب کے ماننے والوں یا ملحدوں کے ساتھ ہی نہ تھے بلکہ اپنے ہم مذہب لوگوں کے ساتھ بھی تھے۔ یہ طاقت ور مسیحیت پولوس کی مسیحیت تھی جس کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے اصل دین سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس میں بہت سی نئی چیزیں مثلاً الوہیت مسیح، تثلیث وغیرہ شامل کر لی گئی تھیں، چنانچہ جو نصاریٰ ان باتوں کے قائل نہ ہوتے انھیں بے دین اور سرکش قرار دے کر دردناک سزائیں دی جاتیں۔ چوتھی صدی میں اریوس (۳۲۶ء) نے الوہیت مسیح کی مخالفت کی تو اس کی تمام تحریریں نذر آتش کر دی گئیں۔ اسے قتل کر دیا گیا۔ اس کے حامیوں کو ملازمتوں سے نکال کر جلا وطن کر دیا گیا اور اعلان کر دیا گیا کہ اگر کسی کے پاس اس کی یا اس کے حامیوں کی کوئی تحریر مل گئی تو اسے پھانسی دے دی جائے گی۔ تیودوسیوس (۳۹۵ء) کے عہد میں پہلی مرتبہ محکمۂ تفتیش (INQUISITION) قائم ہوا پھر بارہویں صدی میں اسے از سر نو منظم کیا گیا۔ اس کا کام یہ تھا کہ مسیحی عقائد کی مخالفت کرنے والوں کو تلاش کر کے انھیں سخت سزائیں دی جائیں۔ بعد کی صدیوں میں بے شمار لوگ اس ظالمانہ نظام کا شکار ہوئے۔ انھیں پھانسی دی گئی۔ زندہ جلایا گیا۔ اس لیے کہ چرچ کی نظر میں وہ بے دین تھے۔ بسا اوقات چرچ ایسی سزائیں تجویز کرتا تھا کہ آدمی تڑپ تڑپ کر مرے تاکہ اس سے دوسرے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ عبرت حاصل ہو۔ صرف اسپین میں محکمۂ تفتیش کے حکم سے اکتیس[۳۱] ہزار لوگوں کو زندہ جلایا گیا اور تقریباً تین لاکھ لوگوں کو پھانسی کی اور دیگر سزائیں دی گئیں۔

جب پروٹسٹنٹ فرقہ ظاہر ہوا تو چرچ نے اس کے ماننے والوں پر بھی ایسے ہی مظالم ڈھائے اور ان کا خوب کشت و خون کیا۔ اس سلسلہ کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ ۲۴ راگست ۱۵۷۲ء کو کیتھولک فرقہ کے سربرآوردہ لوگوں نے پروٹسٹنٹ فرقہ کے نمائندوں

---

[1] محاضرات فی النصرانیۃ ص ۲۸ وما بعد، حقیقۃ النصرانیۃ ص: ۹-۱۰۔

کو پیرس میں دعوت دی کہ باہم بحث وگفتگو کے ذریعہ دونوں کے نقطۂ ہائے نظر میں کچھ قربت اور ہم آہنگی پیدا کی جاسکے۔ مگر رات میں جب وہ لوگ سو رہے تھے تو دھوکے سے انھیں قتل کر دیا گیا۔ صبح پیرس کی سڑکیں پروٹسٹنٹ فرقہ کے ان نمائندوں کے خون سے رنگین تھیں۔ دوسری طرف اس گھناؤنے عمل پر چارلس نہم کو پوپ اور کیتھولک حکمرانوں کی جانب سے خوب خوب مبارک باد ملی۔ دوسری طرف جب پروٹسٹنٹ فرقہ کو قوت واقتدار ملا تو انھوں نے بھی کیتھولک فرقہ والوں کے ساتھ ٹھیک ویسا ہی برتاؤ کیا جیسا ان کے ساتھ کیا گیا تھا[1]۔

ان مختلف مسیحی فرقوں کے درمیان باہمی مخاصمت اور آویزش اس لیے برپا ہوئی کہ ان کے دلوں میں نفسانی خواہشات نے گھر کر لیا تھا۔ ان میں سے ہر فرقہ نے اپنی خواہشات کو اصل دین قرار دے کر دوسروں کا بزور قوت صفایا کرنے کی ٹھان لی تھی[2]۔

ب۔ آخرت میں سزا

نصاریٰ کی گمراہیوں پر اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا میں بدترین انجام سے دوچار کرنے کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی سزا کی وعید سنائی۔ فرمایا:

وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا	اور ضرور ایک وقت آئے گا جب اللہ
كَانُوا يَصْنَعُونَ	انھیں بتائے گا کہ وہ دنیا میں کیا کرتے
(المائدۃ: ۱۴)	رہے ہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: "نصاریٰ نے اللہ اور اس کے رسول (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) پر جھوٹ باندھا۔ اللہ عزوجل کی جانب بے سروپا باتیں منسوب کیں۔ اس کے لیے بیوی اور بیٹا فرض کیے۔ اس آیت میں ان کی انہی گمراہیوں پر انھیں دھمکی اور زبردست وعید سنائی گئی ہے"[3]۔

امام طبریؒ نے لکھا ہے کہ "اس آیت میں اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] نصاریٰ کے مختلف فرقوں کی باہمی رقابتوں اور عداوتوں کی تفصیل کے لیے دیکھئے۔ ڈاکٹر توفیق الطویل۔ قصۃ الاضطہاد الدینی فی المسیحیۃ والاسلام۔ دارالفکر العربی اسکندریہ مصر ۱۹۴۷ء ص: ۱۷-۲۰، ۴۹-۵۰، ۶۲-۶۳، ۸۶-۱۰۸
[2] تفسیر طبری ۹۱/۶ روایت ابراہیم نخعیؒ
[3] تفسیر ابن کثیر۔ المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر ۱۹۳۷ء ۳۳/۲ ۱۹۵۲ء

کے لیے تسلی اور دلاسا موجود ہے کہ اے محمد یہ لوگ جو تم پر اور تمہارے اصحاب پر دست درازیاں کر رہے ہیں ان کے ساتھ عفو و درگزر سے کام لو۔ اللہ خود ان سے انتقام لے گا۔ یہ لوگ جو آج دنیا میں اس سے کیے ہوئے عہد کو پامال کر رہے ہیں اس کی کتاب میں تحریف سے کام لے رہے ہیں اور اس کے احکام کی خلاف ورزی کے مرتکب ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ انہیں قیامت میں سزا دے کر رہے گا۔"[1]

صالح نصاریٰ کا ذکرِ خیر

قرآن کریم نے جہاں ایک طرف نصاریٰ کی اکثریت کی اعتقادی گمراہیوں اور اخلاقی و معاشرتی برائیوں پر روشنی ڈالی ہے، ان کے باطل عقائد کی تردید کی ہے اور ان کی برائیوں پر ان کی مذمت کی ہے۔ وہیں دوسری طرف ان میں سے صالح عناصر کا بانداز تحسین تذکرہ کیا ہے اور ان کے محاسن نمایاں کیے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس نے مخالف فرقوں کے تذکرہ میں حق و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیا ہے[2]۔ نصاریٰ میں سے جن لوگوں نے آخری نبی کی دعوت سن کر اس پر لبیک کہا تھا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تھے ان کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً	اور ایمان لانے والوں کے لیے دوستی
لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا	میں قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے جنھوں
إِنَّا نَصَارَىٰ ، ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ	نے کہا تھا کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس
قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ	وجہ سے کہ ان میں عبادت گزار عالم اور
لَا يَسْتَكْبِرُونَ ٥ وَإِذَا سَمِعُوا	تارک الدنیا فقیر پائے جاتے ہیں اور
مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ	ان میں غرورِ نفس نہیں ہے۔ جب وہ اس
أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ	کلام کو سنتے ہیں جو رسول پر اترا ہے تو تم
مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ، يَقُولُونَ	دیکھتے ہو کہ حق شناسی کے اثر سے ان

---

[1] تفسیر طبری: ۶/۹۲ [2] قرآن میں مختلف مقامات پر صالح اہل کتاب کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔ اہل کتاب میں نصاریٰ بھی شامل ہیں۔ اس موضوع پر تفصیل کے لیے دیکھئے راقم کا مقالہ "صالح اہل کتاب کے اوصاف" شائع شدہ مجلہ تحقیقات اسلامی جلد ۱۴، شمارہ ۴ اکتوبر۔ دسمبر ۱۹۹۵ء

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ٥ (المائدۃ: ۸۲-۸۳)

کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں وہ بول اٹھتے ہیں کہ پروردگار ہم ایمان لائے ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

دوسری جگہ ہے:

وَجَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ رَاْفَۃً وَّرَحْمَۃً (الحدید: ۲۷)

اور جن لوگوں نے اس کی (یعنی حضرت عیسیٰ ابن مریم کی) پیروی اختیار کی ان کے دلوں میں ہم نے ترس اور رحم ڈال دیا۔

قرآن میں تذکرۂ نصاریٰ کی حکمت

قرآن میں گزشتہ قوموں کے حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور ان کی بداعتقادیوں گمراہیوں اور نافرمانیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اہل ایمان ان کے نقش قدم پر چلنے سے بچیں اور ان کے جیسے طور طریقے اختیار نہ کریں ورنہ وہ بھی انہی جیسے انجام سے دوچار ہوں گے۔ تذکرۂ نصاریٰ کی بھی یہی حکمت ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو اس پہلو کی طرف توجہ دینے اور ان کے حالات سے عبرت حاصل کرنے کی تاکید کی ہے[۱]

نصاریٰ نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں غلو سے کام لیا اور انھیں 'ابن اللہ' بلکہ اس سے بڑھ کر 'الٰہ' بنالیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو خبردار کیا کہ کہیں فرطِ عقیدت میں وہ آپؐ کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کر بیٹھیں۔ آپؐ نے فرمایا:

"میرے بارے میں غلو سے کام نہ لو جس طرح کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں غلو کیا۔ میں تو صرف اس کا بندہ ہوں۔ مجھے صرف اللہ کا بندہ اور رسول کہو"[۲]

نصاریٰ نے محض خوشنودیٔ رب کے مفروضے کے تحت اپنے اوپر بعض سختیاں عائد کر لی تھیں۔

---

[۱] اس موضوع پر تفصیلی بحث کے لیے دیکھئے راقم کا مقالہ 'اہل کتاب مسلمانوں کے لیے نمونۂ عبرت' شائع شدہ مجلہ تحقیقات اسلامی جلد ۱۵ شمارہ ۲-۳ اپریل-جون و جولائی-ستمبر ۹۶ء۔ [۲] صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب واذکر فی الکتاب مریم۔

مثلاً بھوکے پیاسے رہتے، اور اپنے آپ کو جسمانی اذیتیں دیتے۔ اللہ کے رسولؐ نے اپنی امت کو متنبہ کیا کہ وہ دین کی سہولتوں سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے اوپر وہ بے جا پابندیاں عائد نہ کریں جن سے اللہ تعالیٰ نے انھیں آزاد رکھا ہے۔ فرمایا:

"اپنے آپ پر سختی نہ کرو ورنہ اسے تم پر مسلط کر دیا جائے گا۔ کچھ لوگوں نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس سختی کو ان کے اوپر مسلط کر دیا۔"[1]

ایک شخص نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ کھانے کی فلاں چیز میں ناپسند کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا:

"تمہارے دل میں کوئی ایسی بات نہ آنے پائے جس سے تمہارا عمل نصرانیت سے مشابہ ہو جائے۔"[2]

نصاریٰ اس خام خیالی میں مبتلا تھے کہ وہ اللہ کے چہیتے ہیں۔ اس لیے ان سے خواہ کتنے ہی گناہ سرزد ہو جائیں ان کی مغفرت ہو کر رہے گی اور بالآخر جنت ان کا ٹھکانہ ہوگی۔ ان کی تردید کرتے ہوئے کہا گیا کہ اللہ کی نظر میں تمام انسان اور تمام فرقے برابر ہیں۔ کوئی نصرانی ہو یا صاحب ایمان یا کسی دوسرے فرقے سے تعلق رکھتا ہو۔ آخرت میں اپنے رب کے یہاں اجر اور انعام سے صرف اسی صورت میں بہرہ ور ہو سکتا ہے جب اس کا ایمان درست ہو اور وہ نیک اعمال کرے (البقرۃ-۶۲)

اس طرح نصاریٰ کے تذکرہ میں مسلمانوں کے لیے درس عبرت ہے کہ وہ ان لغزشوں سے بچیں جن میں نصاریٰ مبتلا ہو گئے تھے اور ان معصیتوں سے خود کو محفوظ رکھیں جن کی وجہ سے وہ راندۂ درگاہ الٰہی قرار پائے۔

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الحسد

[2] سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمہ باب کراہیۃ التقذر للطعام